سکون کی نیند

میرے بزرگوں کا پیشہ داستان گوئی تھا۔ میں بھی اپنا پیٹ پالنے کے لیے یہ پیشہ اختیار کر چکا ہوں۔
میری ایک وقت کی روٹی کا انتظام ہو جائے، بس اس امید پر میں آپ کو ایک دل چسپ داستان سنا رہا ہوں۔
تو شروع کرتا ہوں نام لے کر اس خدا کا، جس نے یہ دنیا بنائی۔ اسی خدا کی خدائی میں ایک ملک تھا کہ نام
ملکِ ہوا، کیونکہ وہاں کے باسی ہواؤں سے ہی اپنی ضرورت پوری کیا کرتے تھے۔ اس ملکِ ہوا کا بادشاہ جب مرنے
اپنے جوان بیٹے کو یہ وصیت کی کہ بیٹا اپنے محل کے سارے کمرے کھولنا مگر وہ تالا کبھی نہ کھولنا جو ایک سرنگ کے درو
لگا ہے، کیونکہ اس سرنگ میں آگ، پانی، مٹی اور ہوا ایک ساتھ قید ہیں اور یہ ایک ایسا عجوبہ ہے جو ملکِ ہوا کے باش
کی عقل وفہم سے باہر ہے۔

بادشاہ کی موت کے بعد نوجوان شہزادے کے دل میں اس سرنگ کا راز جاننے کی بے چینی ایسی بڑھی کہ تالا کھول دیا
اندر قدم رکھ دیا اور پہنچ گیا ایسی دنیا میں جہاں دو طرح کے انسان پائے جاتے تھے۔ ایک وہ جو جی رہے تھے اور دوسرے وہ
جی مر رہے تھے...... سب معلوم کرنے پر اسے پتہ چلا کہ اس ملک میں وہی جی سکتا تھا جس کے پاس وافر مقدار میں پیسہ ہو
وہاں ہواؤں کے بجائے ساری ضرورتیں پیسے سے ہی پوری کی جاتی تھیں۔

شہزادے نے دعائیں پڑھیں اور ہواؤں کی دیوی کو آواز دی۔ دیوی آئی تو شہزادے نے اس ملک کی پریشان حال
احوال بتایا اور منت کی کہ وہ ان سب کو پیسے سے مالا مال کردے تاکہ سب آرام اور سکون سے رہ سکیں۔ دیوی نے شہزا
سفارش پر ایسا ہی کیا۔ پھر تو دوسرے ہی دن سے اس ملک کے مرد وزن، بوڑھے اور بچے جب سو کر اٹھتے تو دیکھتے کہ ان کے
کے نیچے دو لاکھ روپے رکھے ہوئے ہیں۔

پہلے تو ان نوٹوں کو نقلی سمجھا گیا، لیکن جب سرکار نے یہ اعلان کیا کہ وہ سب ہی نوٹ اصلی ہیں، کیونکہ ان نوٹوں کے
میں سرکار کے خزانے میں اتنا سونا بھی روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، تو بہت سوں کا مارے خوشی کے ہارٹ فیل ہو گیا۔
جو پہلے سے کروڑ پتی اور ارب پتی تھے اُن کی سب سے بڑی پریشانی مزدور تھا، جو آنکھ میں لگانے کو بھی نہ ملتا تھا۔

ہونا شروع ہو گئے تو دوسرے ملکوں نے اپنا ردی سامان پہنچانا شروع کر دیا۔ ملک کے بڑے بڑے انجینئر، سائنٹسٹ، ٹیکنوکریٹ کوڑی کے تین ہو گئے۔ باہر کے ملکوں نے جب تجارت کے نام پر دھاندلی شروع کر دی اور ایک ہزار روپے میں ایک ماچس بیچنا شروع کر دی تو حکومت بوکھلا گئی لیکن اس دن تو حکومت کے ہاتھوں کے طوطے ہی اُڑ گئے، جب اسے معلوم ہوا کہ ملک کے کسان اپنی دولت چپکے چپکے دوسرے ملکوں کے بینکوں میں جمع کر کے، کھسکتے جا رہے ہیں اور فصل اگانا توہین آمیز کام سمجھنے لگے ہیں۔

یہ دیکھ کر حکومت نے اپنے سارے اعلیٰ دماغوں کو یکجا کیا۔ بڑے بڑے سیمنار کیے۔ سوال یہ تھا کہ کیا ملک کے سوفیصدی لوگ ایک ساتھ ایک جیسے مالدار ہو سکتے ہیں۔ کیا سب کو مالدار ہو جانے دیا جائے؟ جواب ملا۔ نہیں۔ ایسا کبھی نہ ہونا چاہیے۔

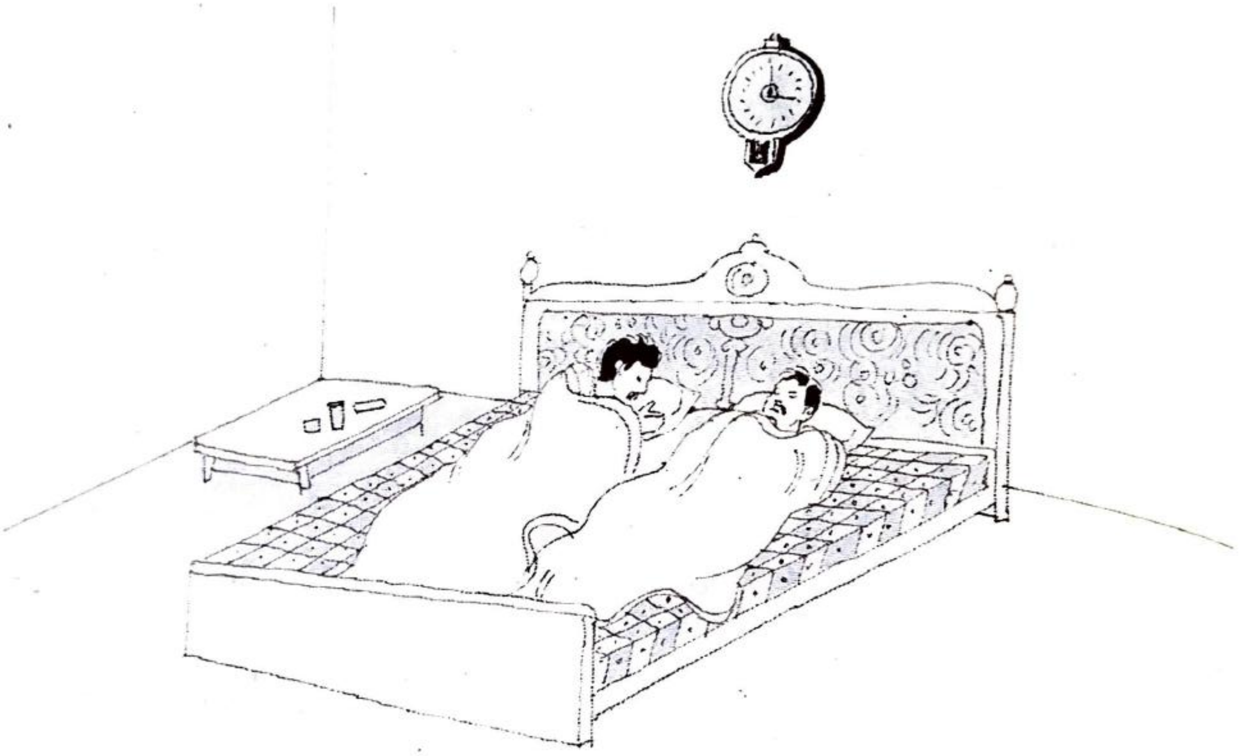

بڑے بحث مباحثے کے بعد یہ پتہ چلا کہ مالدار ہونے کی یہ بیماری اس لیے ہے کہ لوگ رات کو سوتے ہیں اور سویرے اٹھ کر تکیہ ہٹاتے ہیں تو روز دو لاکھ پاتے ہیں۔ اس بات پر جب اور تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ دیوی نے یہ شرط لگائی تھی کہ جو صبح سو کر اٹھے گا اس کے تکیے کے نیچے سے یہ دولت نکلے گی۔ اس کی تصدیق کے لیے حکومت نے تجربے کے طور پر کچھ لوگوں کو ایک رات جگائے رکھا اور صبح ہونے پر سوئے بغیر ان لوگوں نے جب اپنے تکیے کو ہٹایا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ یہ دیکھ کر حکومت کو کافی تسلی ہوئی۔ اس نے ملک کے چوٹی کے سائنٹسٹوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا کہ اگر اس ملک کو تباہی سے بچانا ہے تو ملک

اور وہ بھی ایک ہی وقت میں سب کو
میں دولت کی اس بیہودہ تقسیم کو ختم کرنا ہی ہوگا۔ دولت تو کمانے کی چیز ہے جو پڑی مل جائے
خیال کی تائید کی تو طے پایا کہ کوئی
جائے اسے خدا کا عذاب کہا جائے گا، دولت نہیں۔ سائنس دانوں نے اس سلسلے میں حکومت کے
ایک ایسا انجکشن تیار
ایسی دوا ایجاد کی جائے جو لوگوں کی راتوں کی نیند چھین لے۔ بڑی عرق ریزی کے بعد سائنس دانوں نے
پہنچایا گیا۔ جہاں ہزاروں
جس کے لگانے سے آدمی کو مہینوں نیند نہ آئے۔ ان انجکشنوں کو سرکاری اسپتالوں میں گلوکوز کے نام سے
اُس ملک کی آدھی سے زیادہ آبادی نے
شہریوں کو سرکاری کارندے روز پکڑ کر لاتے اور انھیں یہ گلوکوز چڑھا دیا جاتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے
رات کو سونا چھوڑ دیا اور وہ کچھ ہی دنوں میں کنگال ہوگئی۔ یہ آبادی راتوں کو جاگتی تھی اور دن بھر اپنی مفلسی پر آہیں بھرتی تھی۔

سائنس دانوں کی مدد سے جب حکومت نے ایک خاصا بڑا نادار مفلس طبقہ تیار کر لیا تو اپنی اس کامیابی پر وہ بے حد خوش
ہوئی۔ حکومت کے لوگ آرام سے سوتے تھے اور سویرے دولاکھ پاتے تھے۔ اس خیال نے کہ وہ جب چاہیں کسی کو بھی ایک انجکشن
لگا کر اس کی کمائی بند کر سکتے ہیں اور اسے پیسے پیسے کا محتاج کر سکتے ہیں انھیں فرعون بنا دیا۔ تب ہی انھیں پتہ چلا کہ جو انجکشن انھوں
نے ایجاد کیا تھا اور جس کے سبب ملک کی آدھی سے زیادہ آبادی راتوں کی نیند کھو چکی تھی، اُس آبادی کے لوگوں کے خون میں اس
دوا نے کچھ ایسے اثرات پیدا کر دیے ہیں کہ اگر وہ کسی کو کاٹ لیں تو وہ انسان تڑپے بغیر ختم ہو جایا کرتا ہے۔ کچھ دنوں بعد ان
امیروں کو یہ انکشاف ہوا کہ وہ زہریلے لوگ کھڑکیوں اور روشن دانوں کے راستے خواب گاہوں میں گھستے ہیں اور سوتے ہوئے آدمی

ڈکار کر چلے جاتے ہیں۔اس انکشاف نے روز دو لاکھ کمانے والوں کی نیندیں کیسے غائب کیں اور کس طرح وہ سارے کے سارے ارب پتی اس خوف سے پریشان ہو کر کہ رات کو کوئی نادار اُنھیں کاٹ نہ لے اور وہ سوتے کے سوتے ہی رہ جائیں، اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے بازوؤں میں شب بیداری کا وہ انجکشن لگانے لگے۔بہرحال اس داستان کا انجام یہ ہے کہ برسوں بعد جب اُس شہزادے کا اس ملک کی جانب سے گزر ہوا، تو اس نے دیکھا کہ اس ملک کے باسی خدا سے یہ دُعا مانگ رہے تھے کہ اے خدا تو ہم سے ہمارا سب کچھ لے لے اور اس کے بدلے ہمیں دو پل سکون سے سو لینے کی نیند دے دے۔

(اقبال مجید)